امامت کے دفاع میں امام حسینؑ کے احتجاج

تالیف: ڈاکٹر محمد رنجبر حسینی
ترجمہ: شبیہ عباس خان

اپنے عقائد اور مکتب کے دفاع اور اس کی تبلیغ و ترویج کا ایک راستہ احتجاج و مناظرہ ہے۔ اسی لئے ائمہ معصومینؑ کے تبلیغی شیوہ میں آپ کے وہ احتجاجات بھی شامل ہیں جو آپ اپنے مخالفین کے مقابل کرتے تھے۔ امام حسینؑ کا دور بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ امام حسینؑ نے جب معاویہ اور دوسرے معاندین کی طرف سے مکتب امامت کو خدشہ دار ہوتا دیکھا تو آپ نے متعدد مناظرے اور احتجاجات کے ذریعے سے اصل امامت کا دفاع کیا۔

احتجاج و مناظرہ تبلیغ کا ایک طریقہ ہے۔ اگر احتجاج و مناظرے میں اصول و ضوابط اور حالات کی رعایت کی جائے تو حق کی دعوت دینے اور با مقصد تبلیغی فرائض کو انجام دینے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اہلبیت علیہم السلام علوم الٰہی کا حقیقی سرچشمہ اور اس سے فیضیاب ہونے کا بہترین ذریعہ ہیں لہٰذا آپ کے مناظرات اور احتجاجات کا گہرائی سے مطالعہ، دین کی صحیح معرفت اور اس کے دفاع کے لئے نہایت ضروری ہے۔

دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے قرآن مجید نے واضح طور پر تین طریقے بیان کئے ہیں۔

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔

ترجمہ: آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے کہ آپ کا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بہک گیا ہے اور کون لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔[۱]

خداوند متعال نے دین حق کی دعوت دینے کے لئے حکمت اور موعظہ حسنہ کو معیار قرار دیا ہے، اور جدال احسن کو صرف شبہات کے جواب دینے اور سامنے والے کو قانع کرنے کے لئے جائز قرار دیا ہے۔[۲]

پورے یقین سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی دین و مذہب میں اسلام جیسی فکری آزادی اور اظہار عقیدے کی اجازت نہیں ہے تاکہ مخالف جماعت کھل کر اپنے عقائد و نظریات کا اظہار کرسکے اور ایک علمی بحث و مباحثہ کے لئے اپنی زبان کھول سکے اور اپنی مرضی سے کسی نظریے کو قبول یا رد کرسکے۔

پیغمبر اسلامؐ کی حیات طیبہ اور اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جب آپ کے مخالفوں نے باقاعدہ آکر آپ سے بحث و مناظرہ کیا ہے، اسلام کے اصول و فروع پر تنقید کی ہے اور بے جھجک اپنے باطل خیالات کا اظہار کیا ہے، اور آپ حضرات نے بلا کسی ناراضگی اور بغیر کسی توہین کے ان کے اعتراضات و تنقیدات کا معقول و مقبول جواب پیش کیا ہے۔[۳]

اس تحریر میں امام حسینؑ کے ان مناظرات و احتجاجات کا جائزہ لیا جائے گا جو مکتب امامت سے متعلق ہیں۔ مثال کے طور پر معاویہ بن ابو سفیان کے نام آپ کے خطوط یا آپ کا وہ خطبہ جو میدان منیٰ میں اصحاب و تابعین کی ایک جماعت کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔

امام علیہ السلام نے اپنے احتجاجات و مناظرات کے ذریعہ باطل کا مقابلہ کیا اور مکتب امامت کی تعلیمات کی تشریح کرتے ہوئے اسے فراموش ہونے سے بچایا، لہٰذا مکتب امامت کو سمجھنے اور اس کا دفاع کرنے کے لئے ان احتجاجات و مناظرات کا گہرائی سے مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس مقالے

۱۔ سورہ نحل، آیت نمبر ۱۲۵
۲۔ دیلمی، حسن بن محمد، ارشاد القلوب، ص ۳۱
۳۔ محمدی ری شہری، محمد، مناظرہ و گفتگو در اسلام، ص ۱۱

میں امامؑ کے احتجاجات و مناظرات کی تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان احتجاجات میں عقل و منطق کا کردار واضح ہوسکے اور اسی طرح حق و حقیقت کے طلبگاروں اور امامت و ولایت کی حرمت کے پاسداروں کے لئے مشعل راہ بن سکے۔

امام حسینؑ کے احتجاجات کی خصوصیات

امام حسینؑ کے احتجاجات کی خصوصیات سے مراد آپ کی وہ خاص روش و اسلوب ہے کہ جس کے ذریعہ آپ نے مکتب امامت کے مخالفوں کو جواب دیتے ہوئے انہیں قانع کرنے کی کوشش کی ہے۔

گفتگو میں صراحت و قاطعیت: امام حسینؑ اپنے اصولی موقف کا پورے یقین کے ساتھ اعلان کرتے تھے اور امامؑ کا اس طرح پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اپنے موقف کا اعلان کرنا، سننے والوں کو یقین سے بالکل نزدیک کردیتا تھا اور ہر طرح کے شکوک و شبہات کو ان کے ذہنوں سے زائل کردیتا تھا۔ امام حسینؑ نے کبھی بھی شک و تردید کے ساتھ اپنے موقف کو بیان نہیں کیا بلکہ آپ ہمیشہ واضح اور صریح لفظوں میں اپنے مقصد کو بیان کرتے تھے۔

مروان نے معاویہ کو خط لکھا کہ عراق و حجاز میں بسنے والے قبیلوں کے سردار، حسین بن علیؑ کے یہاں رفت وآمد کررہے ہیں اور امام حسینؑ کے قیام و شورش سے ہم لوگ محفوظ نہیں ہیں۔ اس کے بعد معاویہ نے امام حسینؑ کو خط لکھا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

> "میرے بارے میں تمہیں وہ باتیں بتائی جارہی ہیں جس کی مجھے ذرہ برابر بھی ضرورت نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے ان میں دلچسپی ہے ... میرے بارے میں تجھے جو خبر دی گئی ہے وہ تیرے پست اور حقیر جاسوسوں کی من گڑھت کہانیاں ہیں۔ فی الحال جنگ کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے (امام حسنؑ کی صلح کی خاطر)۔ اگرچہ ایسا نہ کرنے پر میں اللہ سے خائف ہوں اور امید ہے تمہارے اور تمہارے سیاہ بخت ساتھیوں کے متعلق جو ایک ظالم جماعت اور شیطان کے چیلے ہیں، اللہ ہمارے عذر کو قبول کرے گا"۔[۱]

۱۔ طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص ۲۹۷

امام حسینؑ کا اتنی شجاعت و صراحت سے اپنے بر حق ہونے کا اظہار کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ امام علیہ السلام اپنے مد مقابل سے قطعی خوف زدہ نہیں تھے اور گھما پھرا کر بات کرنے کے عادی نہ تھے۔ جیسا کہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو شیطان کا شاگرد کہتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے صبر کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے میرے بھائی سے صلح کا عہد و پیمان کیا ہے اور پیمان شکنی ہمارا شیوہ نہیں ہے، لہٰذا فی الحال میں قیام سے صرف نظر کرتا ہوں۔امام حسینؑ در حقیقت صحیح وقت یعنی معاویہ کی موت کے منتظر تھے۔

امام حسینؑ کی قاطعیت کا ایک اور نمونہ معاویہ کے خط کے جواب میں نظر آتا ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

> ”تم نے اپنے خط میں کہا کہ میں اپنا، اپنے دین کا اور امت محمدی کا خیال کروں اور اس امت کی سرکشی و پراگندگی سے بچوں کہ یہ لوگ تمہیں کسی فتنے میں نہ ڈال دیں۔ میری نظر میں تمہاری ولایت و رہبری سے بڑا کوئی اور فتنہ نہیں ہے۔ میرے، میرے بچوں اور میرے جد کی امت کے لئے تجھ سے جہاد کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں ہے اگر میں نے ایسا کیا تو میرا ہدف صرف تقرب الٰہی ہوگا اور اگر میں نے اسے ترک کیا تو بارگاہ الٰہی میں اس کے لئے استغفار کروں گا اور ہدایت کی درخواست کروں گا۔“[۱]

امام علیہ السلام پوری شجاعت و صراحت کے ساتھ معاویہ کو لکھتے ہیں کہ میری نظر میں تیری حکومت سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے اور میرے اور میرے بچوں کے لئے اور اسی طرح پوری امت کے لئے تجھ سے جہاد کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔ امامؑ اس طرح معاویہ کے سامنے بے جھجک اپنے خیالات کا اعلان کرتے ہیں اور آپ کے کلام میں ذرہ برابر لچک نہیں ہے۔

اسی خط میں امام حسینؑ آگے تحریر فرماتے ہیں:

> ”اے معاویہ! تو نے اپنے خط میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر میں تیرا انکار کروں تو تو بھی میرا انکار کریگا اور اگر تیرے ساتھ فریب کروں تو تو بھی وہی چال چلے گا، لیکن تو جب

۱۔ الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص ۹۰ و ۲۹۷ و ۲۹۸

سے اس دنیا میں آیا ہے، تب سے نیک لوگوں کے ساتھ فریب کرنے کے سوا تو نے کیا کیا ہے؟ تو جتنا دل چاہے ہمارے بارے میں فریب کر لے کیونکہ مجھے امید ہے اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اس کا سب سے زیادہ نقصان خود تجھ کو ہی ہوگا کیونکہ تو دھوکے اور فریب کی سیاست سے اپنے دشمن پر ضرب لگاتا ہے اور تیری یہی حیلہ گری تجھے رسوا کر دیتی ہے۔

کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ حجر بن عدی اور دیگر شیعوں کو قتل کرکے تو نے کس گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ پہلے تو ان سب کی جان بخشنے کا وعدہ کیا اور جب وہ تسلیم ہو گئے تو تو نے سب کو قتل کرا دیا۔ ان لوگوں کا گناہ کیا تھا؟ یہی نا کہ وہ ہم اہلبیت کے مناقب و فضائل بیان کرتے تھے اور ہمارے اس حق کو بیان کرتے تھے جس سے تو بھی بخوبی آگاہ ہے۔ تو نے صرف اس خوف کے باعث انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا کہ کہیں تیرے مرنے سے پہلے وہ کچھ کر نہ گزریں۔"

ان فقروں میں امام علیہ السلام کا اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے جس سے خود معاویہ بھی آگاہ و باخبر تھا لیکن اہلبیت سے دشمنی کی بنیاد پر اسے مانتا نہیں تھا۔ اس نے اہلبیت کے حق خلافت کو غصب کیا اور اپنی اس غصبی حکومت کو اسلامی رنگ دے کر لوگوں کی نظروں میں وہ اچھا بننا چاہتا تھا جب کہ اسلام کے خلاف کسی بھی جرم و جنایت کرنے سے وہ دریغ نہیں کرتا تھا اور سرانجام اپنی ان فریب کاریوں سے معاویہ نے خود کو تاریخ میں رسوا کر ڈالا۔

مد مقابل سے اپنی حقانیت کا اعتراف کروانا: کبھی کبھی مد مقابل سے اپنی حقانیت کا اقرار لیا جاسکتا ہے یعنی مناسب استدلال اور معقول طرز گفتگو سے اپنے مد مقابل کو اعتراف کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ مد مقابل کے اقرار کو دستاویز بنا کر اپنے نظریات کی بالادستی کو ثابت کرسکتے ہیں یا مد مقابل کے باطل عقیدے کو رد کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر مد مقابل کسی مجمع میں اپنی گفتگو کے دوران لفّاظی سے اپنے باطل عقیدے کو حق کا رنگ دے رہا ہو، تو ایسے موقع پر اس سے اپنی حقانیت کا اعتراف کرا لینا سب سے بڑی کامیابی ہے۔

امام علیہ السلام کے نہایت اہم اور تاریخی خطبوں میں سے ایک خطبہ وہ ہے جسے آپ نے میدان منیٰ میں ارشاد فرمایا۔ آپ سنہ ۵۸ ہجری میں یعنی مرگ معاویہ سے دو سال قبل حج بیت اللہ الحرام کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے۔ اس سفر میں عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امام علیہ السلام نے اپنے چاہنے والے تمام مردوں اور عورتوں کو جمع کیا اور پیغمبرؐ کے سارے اصحاب اور ان کے فرزندان و تابعین کو بھی دعوت دی اور اسی طرح گروہ انصار کے ہر اس فرد کو بلایا جو عبادت اور پرہیزگاری میں معروف تھا۔ مختصر یہ کہ ایک ہزار سے زائد لوگوں کو آپ نے سرزمین منیٰ پر اکٹھا کیا۔[1]

امام حسینؑ نے اصحاب و انصار کے مجمع سے بہت سی چیزوں کا اقرار لیا اور ان کے ان اعترافات کو بھی انہیں یاد دلایا جو اس سے قبل وہ کر چکے تھے۔ اس طرح امامؑ نے حج کے موقع پر بڑی خوبصورتی سے اپنی حقانیت اور امامت کے مقام کو استحکام بخشا۔ آپ نے فرمایا:

> ”مجھے آپ لوگوں سے کچھ پوچھنا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب دیجئے۔ اگر میں صحیح کہہ رہا ہوں تو میری تصدیق کیجئے ورنہ مجھے جھٹلا دیجئے۔“

پھر آپ نے فرمایا:

> اَتَعْلَمُون اَنَّ رَسُولَ الله قَالَ فِی آخر خطبةٍ خَطَبَهَا: اِنِّی تَرَكْتُ فِيكُمُ الثِّقْلَيْنَ كِتَابَ اللهِ وَ اَهْلِ بَيتِی ، فَتَمَسَّكُوا بِهِما لَنْ تَضَلُّو؟ ۔ ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے اپنے آخری خطبہ میں مسلمانوں سے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرے اہل بیت۔ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے۔“[2]

۱۔ صفائی حایری، عباس، تاریخ سید الشہدا، ص ۲۶؛ الاحتجاج علی اہل اللجاج ص ۲۹۶
۲۔ شریفی، محمود، فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۰۳-۳۰۹؛ نجمی، محمد صادق، خطبہ حسین بن علی در منی، ص ۶۶

قَالُوا اللّٰھُمَّ نَعَم۔ترجمہ: سب نے ایک زبان ہو کر کہا خدا کو گواہ بنا کر ہم کہتے ہیں کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں:

"حسین بن علیؑ نے اس کے علاوہ بھی بہت سے فضائل جو مولائے کائنات اور ان کے اہلبیت کے بارے میں قرآن میں نازل ہوئے تھے یا رسول خداؐ کی زبانی سنا تھا، اسے لوگوں کو یاد دلایا جس پر مجمع میں حاضر رسول خداؐ کے اصحاب نے کہا: ہاں! خدا کی قسم ہم نے اس کو پیغمبرؐ سے سنا ہے اور تابعین (وہ لوگ جنھوں نے رسول خداؐ کو نہیں دیکھا تھا) نے کہا کہ ہم نے بھی اس فضیلت کو فلاں مورد اعتماد صحابی سے سنا ہے۔"[1]

امامؑ نے اصحاب و تابعین کے مجمع میں اس طرح کے سوالات کر کے اور پھر حاضرین سے اپنے بیانات کی تصدیق لے کر مسئلہ خلافت میں اپنی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

البتہ اس بات کی طرف بھی دھیان دینا چاہئے کہ مناظرے میں ضروری نہیں ہے کہ ہمارا مد مقابل ہمارا دشمن ہی ہو بلکہ ممکن ہے ایسے افراد ہوں جو دشمن شمار نہ کئے جاتے ہوں لیکن پھر بھی ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ ہو تا کہ اگر ان کے ذہنوں میں کوئی شک و شبہہ ہو تو زائل ہو سکے یا اگر کسی مسئلے کے بارے میں وہ نہیں جانتے تو انہیں اس کی حقیقت سے آگاہ کیا جا سکے۔

صحیح وقت کی تلاش: اس کا مطلب یہ ہے کہ مناظرے میں مد مقابل کی گفتگو اور استدلال کو خود اسی کے خلاف استعمال کیا جائے۔

"عَنْ صَالِحِ بنِ کَیْسَانَ قَالَ لَمَّا قَتَلَ مُعَاوِیَةُ حُجْرَ بْنَ عَدِیٍ وَ اَصْحَابَهُ حَجَّ ذٰلِکَ الْعَامَ فَلَقِیَ الْحُسَینَ بْنَ عَلِیٍ فَقَالَ یَا اَبَاعَبْدِاللهِ! هَلْ بَلَغَکَ مَا صَنَعْنَا بِحُجْرٍ وَ اَصْحَابِهِ وَ اَشْیَاعِهِ وَ شِیعَةِ اَبِیکَ؟فَقَالَ وَ مَا صَنَعْتَ بِهِم؟ قَالَ قَتَلْنَاهُم وَ کَفَّنَّاهُم وَ صَلَّیْنَا

۱۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۰۳؛ خطبہ حسین بن علی در منی، ص ۶۳

عَلَيْهِم، فَضَحِکَ الْحُسَينُ ثُمَّ قَالَ خَصَمَکَ الْقَومُ يَا مُعَاوِيَةُ لَکِنَّنَا لَو قَتَلْنَا شِيْعَتَکَ مَا کَفَّنَّاهُم وَ لَاصَلَّيْنَا عَلَيْهِم وَ لَاقبَرنَاهُم۔

ترجمہ: صالح بن کیسان سے منقول ہے کہ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے کے بعد معاویہ اسی سال حج کے ارادے سے مکہ آیا۔جب امام حسینؑ سے اس کا سامنا ہوا تو اس نے کہا: اے ابا عبداللہ! کیا تمہیں اس بات کی اطلاع ملی کہ میں نے حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں نیز تمہارے باباکے شیعوں کے ساتھ کیاکیا۔امام حسینؑ نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کے ساتھ کیاکیا؟ اس نے کہا میں نے ان سب کو قتل کیا پھر انہیں کفن پہنایا اور پھر ان کے جنازے پر نماز بھی پڑھی۔ امامؑ نے مسکراکے فرمایا پھر تو وہ لوگ تجھ سے جیت گئے، لیکن اے معاویہ! اگر میں تیرے مریدوں کو قتل کرتا تو نہ انہیں کفن دیتا نہ ان پر نماز پڑھتا اور نہ انہیں دفن کرتا۔[۱]"

امامؑ نے اپنی اس گفتگو میں معاویہ کی کہی ہوئی باتوں سے ہی یہ ثابت کر دیا کہ در حقیقت نہ تو تم خود مسلمان ہو اور نہ ہی تمہارے چاہنے والے، لہٰذا میں اگر انہیں قتل کرونگا تو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھونگا اور نہ ہی انہیں دفن کرونگا۔

سوال پر سوال کرنا: مناظرے کا ایک اہم اور بنیادی طریقہ یہ ہے کہ مد مقابل کو جواب دینے اور استدلال کرنے پر مجبور کیا جائے۔امام علیہ السلام نے میدان منیٰ میں موجود لوگوں سے فرمایا:

"تم لوگ طاغوت زمانہ معاویہ کے ان مظالم سے آگاہ ہو جو اس نے ہم پر اور ہمارے شیعوں پر کئے ہیں اور اس کے ظلم و جبر کے گواہ رہے ہو۔اب میں چاہتا ہوں کے تم سے اپنے باباکے بارے میں سوال کروں۔"[۲]

در حقیقت امامؑ اپنے مد مقابل سے سوال کرکے اس کو یہ سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ اگر میری باتیں حق ہیں تو میری تصدیق کرو اور اگر حق نہیں ہیں تو ان کو رد کردو۔آپ نے فرمایا:

۱۔الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص۲۹۶-۲۹۷

۲۔فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۰۳؛ خطبہ حسین بن علی در منی، ص ۵۳

"اُنشدکم اللہ اَتعلمون ان رسول اللہ نصبه یوم غدیر خم فنادی له بالولایةِ و قال لیبلّغ الشّاهدُ الغائب؟ قالوا اللّهم نعم۔۔اُنشدکم اللہ اَتعلمون اَنَّ رَسول اللہ قال له فی غزوۃ تَبوک:انت منی بِمنزلةِ هَارونَ مِن مُوسی وَ اَنت ولیُّ کُلِّ مُؤمنٍ بعدی؟ قالوا اللّهمّ نَعم۔۔۔اَتعلمون اَنّ رَسول اللہ بعثه ببرائَةٍ وَ قال لا یبلّغ عَنّی اِلّا اَنا اَو رجلٌ مِنّی ۔ قَالوا اللّهم نَعم۔

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے رسول نے علی کو غدیر خم میں ولایت کے منصب پر فائز کیا اور پھر اس واقعہ کو ان لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا جو وہاں موجود نہیں تھے؟ سب نے کہا: ہم خدا کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ آپ صحیح فرما رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جنگ تبوک کی طرف جاتے وقت رسول اللہؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علی! تمہاری اور میری نسبت ویسی ہی ہے جیسے ہارون کی نسبت موسی سے اور پھر فرمایا تم میرے بعد تمام مومنین کے ولی اور سرپرست ہو۔ سب نے پھر جواب دیا: ہم خدا کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔"

آپ نے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے سورہ برائت کو علیؑ کے ذریعے مکہ تک پہنچایا اور فرمایا: میرے پیغام کو صرف میں یا وہ جو مجھ سے ہے وہی پہنچا سکتا ہے؟ سب نے پھر ایک مرتبہ کہا: خدا کو گواہ بنا کر ہم کہتے ہیں کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔[۱]

مدمقابل کے نزدیک قابل قبول باتوں سے استناد: مناظرے اور گفتگو میں قابل غور بات یہ ہے کہ مدمقابل کے نزدیک قابل قبول باتوں سے استناد کیا جائے۔ دوران مناظرہ اگر طرفین اپنی اپنی باتیں کہیں لیکن ایک دوسرے کے منابع کو نہ مانیں تو پھر ایسی گفتگو کبھی کسی نتیجے تک نہیں پہنچے گی، لہٰذا کسی بھی گروہ سے مناظرے کرتے وقت، مثال کے طور پر مسلمانوں سے مناظرے کے دوران عقلی دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ، ان دلائل کا بھی استعمال ہونا چاہیے جو مدمقابل کے لئے قابل قبول ہو۔ (جیسے کلام خدا اور سنت و سیرہ نبوی جو تمام مسلمانان عالم کے نزدیک قابل قبول ہے)

۱۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۰۳؛ خطبہ حسین بن علی در منی، ص ۵۸

خطبہ منیٰ میں امام علیہ السلام نے واقعہ غدیر خم اور حضرت علیؑ کے ذریعے سورہ برائت کے پہنچائے جانے جیسے واقعات سے استناد کیا جو منیٰ میں موجود لوگوں کے نزدیک قابل قبول تھا اور اس طرح آپ نے اپنی حقانیت کو ثابت کرتے ہوئے مکتب امامت کا دفاع کیا۔

اپنا تعارف: احتجاج و مناظرے میں ضروری ہے کہ طرفین اپنے آپ کو اچھی طرح سے مد مقابل کو پہچنوائیں تاکہ اس کو پتہ چلے کہ اس کا مقابلہ کس سے ہے۔ امام حسینؑ جب معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان خطبہ دے رہے تھے، تو ان میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یہ کون ہے جو خطبہ دے رہا ہے؟ امام علیہ السلام نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا تعارف پیش کیا۔

سَمِعَ رَجُلاً يَقُولُ مَنْ هَذَا الَّذِی يَخْطُبُ ؟ فَقَالَ الحُسَينُ نَحْنُ حِزْبُ اللهِ الغَالِبُونَ وَ عِتْرَةُ رَسُولِ اللهِ الاَقْرَبُون وَ اَهْلُ بَيْتِهِ الْطَّيِّبُونَ وَ اَحَدُ الثَّقَلَينِ اللَّذِين جَعَلَنَا رَسُولُ اللهِ ثَانِیَ كِتَابِ اللهِ تَبَارَک و تَعَالَی الَّذِی فِيهِ تَفْصِيلُ كُلِّ شَیءٍ لَا يَاتِيهِ البَاطِلُ مِنْ بَينِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهِ وَ الْمُعَوَّلُ عَلَيْنَا فِی تَفْسِيرِهِ لَا يُبْطِئُنَا تَاوِيلُهُ بَلْ نَتَّبِعُ حَقَائِقَه۔

ترجمہ: ہم خدا کے غالب گروہ، رسول خداؐ کی سب سے قریبی عترت اور ان کے طیب و طاہر اہل بیت ہیں۔ ہم اُن دو قیمتی چیزوں میں سے ایک ہیں (حدیث ثقلین کی طرف اشارہ) جس کو رسول خداؐ قرآن کے بعد تمہارے پاس چھوڑ گئے۔ وہ کتاب جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور جس میں نہ ہی آگے سے نہ ہی پیچھے سے کہیں سے بھی باطل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ قرآن جس کی تفسیر کی ذمہ داری ہم کو دی گئی ہے۔ جس کی ترجمانی سے ہم ہر گز نہیں تھکے بلکہ ہمیشہ حقائق کی تلاش میں ہیں۔[1]

قرآنی آیتوں سے استناد: امام حسینؑ نے اُس دور کے لوگوں کے سامنے اپنے احتجاجات میں اپنی حقانیت اور مکتب امامت کے دفاع کے لئے قرآنی آیتوں سے استناد کیا کیونکہ قرآنی آیات سبھی کے نزدیک قابل

۱۔ الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص ۲۹۸

قبول تھیں اور ان آیتوں سے استناد کرنے پر لوگوں پر حقیقت آشکار ہو جاتی تھی اور ان کے پاس کسی طرح کا کوئی عذر و بہانہ نہیں بچتا تھا اور امامؑ اپنی حجت ان پر تمام کر دیتے تھے۔

مثال کے طور پر امام حسینؑ نے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان خطبہ دیتے وقت، اطاعت امام کی ضرورت کے اثبات کے لئے قرآن کریم کی آیات سے استناد کرتے ہوئے فرمایا:

...فَاَطِیعُونَا فَاِنَّ طَاعَتَنَا مَفرُوضَةٌ اَنْ کَانَتْ بِطَاعَةِ اللهِ وَ رَسُولِهِ مَقرُونَةً قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَ: أَطِيعُوا اللَّـهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّـهِ وَالرَّسُولِ ووَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللَّـهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

ترجمہ: پس ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت واجب ہے کیونکہ ہماری اطاعت در حقیقت خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: خدا کا حکم مانو اور اس کے رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں پھر اگر آپس میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹا دو (سورہ نساء، آیت ۵۹) حالانکہ اگر رسول اور صاحبان امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے علاوہ سب شیطان کی اتباع کر لیتے۔ (سورہ نساء، آیت ۸۳)[۱]

دوسرے مقام پر امامؑ ایک خط میں معاویہ کو تحریر فرماتے ہیں:

یَا مُعَاوِیَةُ بِقِصَاصٍ وَ اسْتَعِدَّ لِلْحِسَابِ وَ اعْلَمْ اَنَّ لِلهِ عَزَّوَجَلَّ کِتَاباً لَایُغَادِرُ صَغِیرةً وَ لَاکَبِیرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا وَ لَیْسَ اللهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی بِنَاسٍ اَخْذَکَ بِالْظِّنَةِ وَ قَتْلَکَ اَوْلِیَاءَهُ بِالتُّهْمَةِ وَ نَفْیَکَ اِیَّاهُمْ مِنْ دَارِالْهِجْرَةِ اِلَی الْغُرْبَةِ وَ الْوَحْشَةِ وَ

۱۔ الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص ۲۹۹

اَخْذَکَ النَّاسَ بِبَیْعَةِ ابْنِکَ غُلَامٍ مِنَ الْغِلْمَانِ یَشْرَبُ الشَّرَابَ وَ یَلْعَبُ بِالْکِعَابَ لَا اَعْلَمُکَ اِلَّا قَدْ خَسَرْتَ نَفْسَکَ وَ شَرَیْتَ دِیْنَکَ وَ غَشَشْتَ رَعِیَّتَکَ وَ اَخْزَیْتَ اَمَانَتَکَ۔

ترجمہ: اے معاویہ! خود کو قصاص کے لئے آمادہ کر لو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خبردار ہو جاؤ کہ خدا کے پاس وہ کتاب ہے جس نے چھوٹے بڑے کسی کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ سب کو حساب کے لئے جمع کیا۔ خدا تمہارے اعمال سے ذرہ برابر بھی راضی نہیں ہے۔ ظن اور شک کی بنیاد پر کسی گروہ کو اسیر کرنا، خدا کے اولیاء پر الزام لگا کر ان کا قتل کرنا اور دار الھجرہ سے ان کو دیار غربت میں جلاوطن کرنا، اور لوگوں کو مجبور کرنا کہ وہ تیرے بیٹے سے بیعت کریں، وہی بیٹا جو شراب پیتا ہے اور جوا کھیلتا ہے۔ تم نے اپنے ان اعمال سے فقط خود کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنے دین کا سودا کیا ہے اور اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ اور دغل کیا ہے اور اپنی امانت میں خیانت کیا ہے۔[1]

امام حسینؑ واضح طور پر آیات قرآنی اور حکم خدا سے استناد کر رہے ہیں۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّـهُ۔ ترجمہ: اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی کُل کائنات ہے، تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو وہ سب کا محاسبہ کرے گا۔ وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے گا عذاب کرے گا۔ وہ ہر شے پر قدرت و اختیار رکھنے والا ہے۔[2]

سنت و سیرت نبوی سے استناد: امام حسینؑ نے معاویہ اور اُس دور کے لوگوں کے سامنے اپنی حقانیت کے اثبات اور مکتب امامت کے دفاع کے لئے، پیغمبر اکرمؐ سے منقول روایات و احادیث سے استناد کیا کیونکہ

۱۔ الاحتجاج علی اہل اللجاج، ص ۲۹۸
۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۸۴

رسول اللہؐ کی روایات سب کے نزدیک قابل قبول تھیں اور ان روایات و احادیث سے استناد کرنے پر لوگوں پر حقیقت آشکار ہو جاتی تھی اور ان کے پاس کسی طرح کا کوئی عذر و بہانہ نہیں بچتا تھا اور امامؑ اپنی حجت ان پر تمام کر دیتے تھے۔ منیٰ کے خطبے میں امامؑ نے لوگوں سے فرمایا: کیا تم جانتے کہ رسول خداؐ نے اپنے آخری خطبے میں (مسلمانوں) سے فرمایا:

...اِنّی تَارِک فِیکُم اَمْرَینِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا کِتَابَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَ اَهْلَ بَیْتِی عِتْرَتِی ، اَیُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوا وَ قَدْ بَلَّغْتُ اِنَّکُمْ سَتَرِدُونَ عَلَی الْحَوضِ فَاَسْاَلُکُم عَمَّا فَعَلْتُم فِی الثَّقَلَینِ وَ الثَّقَلَانِ کِتابُ اللهِ جَلَّ ذِکْرُهُ وَ اَهْلُ بَیتِی...[1]

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو قیمتی امانتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت۔ ان دونوں سے متمسک رہنا کہ تم ہر گز گمراہ نہیں ہوگے (حدیث ثقلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)۔ سب نے مل کر جواب دیا: خدا کو گواہ بنا کر ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔[2]

امام حسینؑ نے لوگوں کے نزدیک مقبول احادیث نبوی سے استناد کرکے اپنی حقانیت اور مکتب امامت کا دفاع کیا۔ آپ حدیث غدیر اور حدیث منزلت کا مکرر طور پر اپنے خطبات میں حوالہ دیتے رہے اور لوگوں سے تصدیق کراتے رہے۔

نتیجہ:

امام حسینؑ نے اپنے احتجاجات کے ذریعے سے چاہے وہ مکتوبی شکل میں ہوں یا پھر خطبوں کی شکل میں، حق اور حقیقت کے متلاشی افراد کے لئے راہ کو بے راہے سے اور حق کو باطل سے جدا فرمایا۔ امام علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر مکتب امامت کے اصولوں کا دفاع کیا۔ آپ کے ان احتجاجات میں ایسی منطق پائی جاتی ہے جو مد مقابل کو آپ سے متفق ہونے پر مجبور کرتی ہے اور کسی بھی قسم کے عذر و بہانہ کی کوئی گنجائش نہ چھوڑتے ہوئے حجت کو تمام کرتی ہے۔

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ص ۲۹۲، باب الاشارہ والنص علی امیر المومنین، حدیث ۳

۲۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۰۳؛ خطبہ حسین بن علی در منی، ص ٦٦

امام علیہ السلام نے اپنے کلام میں صراحت سے مد مقابل سے اقرار لینے، معقول سوالات ،مد مقابل کی نظر میں قابل استناد باتوں کا حوالہ دے کر، خود کو پہچنوا کر اور قرآنی آیات اور روایات نبوی سے استناد کر کے مکتب امامت کا دفاع کیا ہے۔

آپ کے احتجاجات کا یہ طریقہ اور یہ منطق ایک بہترین نمونہ ہو سکتا ہے ان سبھی لوگوں کے لئے جو مکتب امامت کے اصولوں کا دفاع کرنا چاہتے ہیں کیونکہ احتجاج اور مناظرے کو ایک خاص منطق کے سایہ میں ہونا ضروری ہے تاکہ اس احتجاج کا نتیجہ حاصل ہو اور اہل حق پر حق آشکار ہو جائے اور اہل شر پر حجت تمام ہو جائے۔

منابع و مآخذ:

- قرآن کریم
- ابن بابویہ، محمد بن علی، الٔامالی (للصدوق)، کتابچی، تہران، ۱۳۷۶ش
- ابن بابویہ، محمد بن علی، ترجمہ عیون اخبار الرضاؑ، مترجم: حمید رضا مستفید و علی اکبر غفاری، نشر صدوق، تہران؛ ،۱۳۷۲ش
- ابن فارس، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغہ، ہارون، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، ۱۴۱۴ق
- ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، ۱۴۰۴ق
- بندریگی، محمد، فرہنگ جدید عربی۔فارسی انتشارات اسلامی، عمید، تہران، ۱۳۷۱ش
- پیشوائی، مہدی، ، سیمای پیشوایان درآیینہ تاریخ، موسسہ انتشارات دار العلم، قم، ۱۳۸۰ش
- جمالی، نصرت اللہ، روش گفتمان یا مناظرہ، مہدیہ، قم، ۱۳۸۶ش
- حسینی ہمدانی نجفی، محمد، درخشان پرتوی از اصول کافی، چاپخانہ علمیہ قم، ۱۳۶۳ش
- دیلمی، حسن بن محمد، ارشاد القلوب، ترجمہ رضایی، تہران، ۱۳۷۷ش

- راغب اصفهانی، حسین بن محمد،، ترجمه و تحقیق مفردات الفاظ قرآن، مترجم: غلام رضا خسروی، محقق/ مصحح: غلامرضا خسروی حسینی، مرتضوی، تهران، ۱۳۷۴ش
- رنجبر حسینی، محمد، نیازی پور، راضیه، روش شناسی مناظرات ہشام بن حکم در موضوع امامت، مجلّہ حدیث واندیشه، شماره ۱۹، بہار وتابستان ۱۳۹۴ش
- سبحانی، جعفر، مناظرای معصومانؑ، توحید قم، ۱۳۹۲ش
- سجادی، سید جعفر،، فرہنگ معارف اسلامی، انتشارات دانشگاه تہران، ۱۳۷۳ش
- شریف قرشی، شیخ باقر، زندگانی حضرت امام حسینؑ، بنیاد معارف اسلامی، ۱۳۸۰ش
- شریفی، محمود ودیگران، فرہنگ جامع سخنان امام حسینؑ، ترجمه علی مؤیدی، انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۸۲ش
- صفائی حائری، عباس، تاریخ سید الشہداءؑ، انتشارات مسجد مقدس جمکران، قم، ۱۳۸۲ش
- طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج علی اہل اللجاج، مشہد، ۱۴۰۳ق
- علامہ حلی، الباب الحادی عشر، مؤسسہ مطالعات اسلامی، تہران، ۱۳۶۵ش
- قرائتی، محسن، قرآن و تبلیغ، مرکز فرہنگی درس ہایی از قرآن، تہران، ۱۳۷۷ش
- قرشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۱ش
- قمی، شیخ عباس،، منتہی الامال، نسیم حیات، قم، ۱۳۸۶ش
- کلینی، محمد بن یعقوب، اصول الکافی، ترجمه کمره ای، قم، ۱۳۷۵ش
- مجلسی، محمد تقی بن مقصود علی،، لوامع صاحبقرانی مشہور بہ شرح فقیہ، مؤسسہ اسماعیلیان، قم، ۱۴۱۴ق
- محدثی، مہدی، ردپای خورشید (امام حسینؑ از ولادت تا شہادت)، مؤسسہ بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۸ش

❖ محمدی ری شہری، محمد، مناظرہ و گفتگو در اسلام، دار الحدیث، سازمان چاپ و نشر، قم، ۱۳۸۳ش
❖ نجمی، محمد صادق، خطبہ حسین بن علیؑ در منی، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، مشہد، ۱۳۷۵ش
❖ ہلالی، سلیم بن قیس، اسرار آل محمدؐ، ترجمہ کتاب سلیم، مترجم انصاری زنجان خوئینی، اسماعیل، نشر الہادی، قم، ۱۴۱۶ق